محمد عمر فاروق

# ایاز امیر، قادیانیت اور اقبالؒ

ممتاز کالم نگار جناب ایاز امیر کا تازہ کالم بعنوان ''توہین دین کیا ہے''؟ ''ڈان'' سے ترجمہ ہوکر روزنامہ ''خبریں'' میں شائع ہوا۔ جس میں قانونِ توہین رسالت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ریکارڈ کی درستگی کے لئے یہ سطور حاضر ہیں۔ ایاز امیر کا کالم پڑھ کر ہمیں مطلق حیرت نہ ہوئی۔ کیونکہ پاکستانی دانشوروں کا سیکولر طبقہ روز اوّل ہی سے ان مذہبی قوانین کے خلاف بلا جواز واویلا کر رہا ہے۔ اور اقلیتوں کے انسانی حقوق کی پامالی کا بے بنیاد پراپیگنڈا کر کے پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کیا جارہا ہے۔ اس بے ہنگم شورشرابے میں ایاز امیر کی یہ راگنی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایاز امیر نے قانون توہین رسالت کو موضوع بناتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''کسی جاہل اور گنوار شخص نے قرآن حکیم کے ایک یا دو ورق جلا دیئے ہیں، یا خدا، یا اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے حرمتی کے الفاظ منہ سے نکالے ہیں، یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی درست اور صحیح ہوش وحواس والا شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ کم ازکم یقیناً پاکستان میں جہاں مذہبی جذباتیت بہت زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے تو ارتکاب کرنے والے کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے؟ ہماری ہمدردی، اور اس شخص کی دماغی حالت کا معائنہ یا موت کی سزا؟''

جناب ایاز میر کی اس دلیل سے کسی بھی عقل مند آدمی کو انکار نہیں ہے۔ کیونکہ ایک پاگل آدمی پر کسی بھی شرعی یا قانونی ضابطے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اگر کوئی ذی عقل آدمی خدا اور اس کے رسول کریم ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اس کا یہ ناپاک فعل اختیاری اور شعوری ہے تو پھر بھی اس پر کوئی شرعی، آئینی اور اخلاقی ضابطہ لاگو ہوگا یا نہیں۔ اور اگر ایسے توہین رسالت کے مجرم کو اس کے ایسے مذموم فعل کی سزا سنائی جاتی ہے تو اس مذہبی تعصب اور عدم رواداری کہنا اپنے ایمان کی کمزوری اور غیروں سے مرعوبیت کی نشانی نہیں ہے؟

ایاز امیر نے توہین دین کی بھی کئی اقسام گنوائی ہیں۔ مثلاً حقوق سے محرومی، بدعنوانی، ناانصافی وغیرہ اور ان کے نزدیک سب سے بڑی توہین دین بھوک ہے، جس کے بارے میں اُن کا کہنا ہے کہ ''بھوک اور محرومی توہین دین ہے، یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے عظیم خلیفہ عمر بن خطاب ؓ نے سمجھا اور کہا کہ ''اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا رہ جائے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انہیں ذمہ دار قرار دے گا''۔ موصوف کی اس دلیل کو جھٹلائے بغیر ہم یہ عرض کرنا ضروری خیال

کرتے ہیں کہ ایک حدیث مبارکہ یہ بھی ہے، جس کے راوی سیدنا علی المرتضیٰ ؓ ہیں کہ ''رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص انبیاء کرام کی توہین کرے اسے قتل کیا جائے اور جو شخص کسی صحابیؓ کی توہین کرے، اُسے قید کیا جائے''۔

اب آپ خود انصاف کریں کہ گستاخ رسول کو سزا دینا مذہبی تعصب اور عدم رواداری ہے یا کہ یہ شرعی حکم کی تعمیل ہے۔ رہی بات حقوق کی محرومی اور بھوک و ناانصافی کی، تو ان جرائم کے مرتکبین بے شک خدا اور رسول کے مجرم ہیں ۔لیکن معاف کیجئے، ایک سوال آپ کی ذات سے بھی ہے کہ آپ کو بھی (چکوال کے) عوام کی نمائندگی کا موقع ملا اور آپ عوام الناس کی ان تمام محرومیوں کے ازالہ کے لیے سرکاری حیثیت اور ذاتی حیثیت سے بھی اقدامات کر سکتے تھے۔ لیکن آپ غربت و افلاس کے سمندر میں غرق عوام کو سہارا دینے کی بجائے انہیں منجھدھار کے بیچ میں چھوڑ کر چکوال سے کراچی جا بیٹھے ہیں۔ آپ بھی تو کہیں توہین دین کے مرتکب نہیں ہو رہے۔ فرصت کے لمحات میں ضرور غور کیجیے گا۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، آپ نے اپنے کالم میں گستاخانِ رسولؐ قادیانیوں کی حمایت کر کے اپنے آپ کو کس زمرے میں لا کھڑا کیا ہے؟ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے۔ جس پر اسلام کی مرکزیت استوار ہے برطانوی استعمار نے مسلمانوں کی اسی وحدانیت کو کمزور کرنے کے لیے قادیانی مذہب کو پیدا کیا۔ جس کے بانی آنجہانی، مرزا قادیانی کا اپنا یہ اعتراف ریکارڈ پر موجود ہے کہ ''میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں''۔ استعمار نے قادیانیت کے ذریعے عالمِ اسلام کو کس طرح لخت لخت کیا اور اُمتِ مسلمہ کو دینی، معاشی اور سیاسی طور پر کیا نقصان پہنچایا، یہ باتیں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

اس کے باوجود آپ کا یہ ارشاد ہماری ناقص عقل وفہم سے بالا ہے کہ ''احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے پاکستانی عوام کو عملی طور پر کیا فائدہ حاصل ہوا ہے؟...... اگر قادیانیوں کا الحاد کینسر کی صورت میں تھا، جسے ختم ہو جانا چاہیے تھا تو ایسا ہو جانے سے پاکستان کتنا زیادہ صحت مند اور خوشحال ملک بنا ہے؟''۔

قادیانیوں کو اگر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کا خواب مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے دیکھا اور علامہ محمد اقبال جدید تعلیم یافتہ افراد میں سے وہ نمایاں ترین شخصیت تھے، جنہوں نے قادیانیت کے اصل بہروپ کا پردہ چاک کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کو انتباہ کیا تھا کہ'' قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اگر (اس کا) استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا''۔

جناب ایاز امیر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر اظہارِ حیرت نہ کرتے اگر وہ روشن خیال علامہ اقبالؒ ہی کے حکومت برطانیہ سے اس مطالبے پر غور کر لیتے کہ

''ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے ...... قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے، یعنی مسلمانوں سے انہیں الگ کر دے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں''۔ (اسٹیٹس مین کے نام خط، مطبوعہ ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء)

''قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے پاکستان اور پاکستانی عوام کو عملی طور پر کیا فائدہ ہوا''؟ ''تو جناب والا! جب گھر میں چور اُچکے گھس آئیں تو اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے نفع و نقصان کا حساب لے بیٹھنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ قادیانیت نے جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا تھا اور یہ بالکل ویسا ہی اقدام تھا، جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے عہدِ صدیقی ؓ میں کیا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے ہزاروں قیمتی جانوں کو ختمِ نبوت پر قربان کر کے اس فتنۂ خبیثہ کا انسداد کیا تھا۔ لائق صد تحسین ہیں، وہ عظیم انسان! جنہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو جھیل کر اور جان و مال کے ایثار و قربانی سے مسیلمۂ پنجاب کے قادیانی گماشتوں کے طوفان بدتمیزی کے آگے بند باندھ کر اُمتِ مسلمہ کو گمراہ اور مرتد ہونے سے بچالیا، کیا ہم پر اُن کا یہی احسان کچھ کم ہے! اگر قادیانی غیر مسلم قرار نہ دیے جاتے تو وطن عزیز قادیانیوں کے چنگل سے کبھی نہ نکل سکتا۔ کشمیر سے لے کر سقوطِ ڈھاکہ تک کی پھیلی ہوئی قادیانی سازشوں کے گواہ ابھی تک زندہ ہیں۔ اگر ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی کے فیصلے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے پاکستان میں رہنا گوارا نہ کیا تھا تو قدرت ایزدی نے ہمیں ڈاکٹر عبدالقدیر جیسا محسن عطاء فرما دیا جس نے پاکستان کے دفاع کو نا قابلِ تسخیر بنا کر پاکستان کا وقار دنیا میں بلند کر دیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ قادیانی قوت منتشر ہو کر رہ گئی، اور قادیانی پھر کبھی وہ قوت و اقتدار نہ حاصل کر سکے، جس کے بل بوتے پر وہ پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بنتے جا رہے تھے، اگر پاکستان نے ترقی نہیں کی تو اس میں جان نثارانِ ختم نبوت کا کیا قصور ہے، بلکہ مجرم وہ سیاستدان، سول اور ملٹری کے بیورو کریٹ، فوجی آمر اور قلم فروش صحافی ہیں جنہوں نے سر ظفر اللہ خان اور ایم ایم احمد جیسے سکّہ بند قادیانیوں کے ہاتھوں استعمال ہو کر ملک و قوم کو غیروں کا دست نگر بنا دیا۔ جناب ایاز امیر کے قلم کا رُخ کبھی اُن کی طرف کیوں نہیں ہوتا، کیا یہ ذمہ داری ان جیسے پڑھے لکھے لوگوں پر عائد نہیں ہوتی کہ وہ قادیانی تخریب کاروں کی ایسی درونِ خانہ سازشوں سے قوم کو آگاہ کریں نا یہ کہ وہ منکرین ختم نبوت کے وکیل صفائی بن کر عالم اسلام کے وجود کو طعن و تشنیع کے نشتروں سے چھلنی کرتے رہیں۔

امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر بھی ایاز امیر سیخ پا ہیں، جس کے تحت قادیانی اسلامی شعائر استعمال نہیں کر سکتے۔

موصوف کو غصہ ہے کہ آخر قادیانی اپنی عبادت گاہ کو مسجد کیوں نہیں کہہ سکتے۔ جنابِ من! سیدھی سی بات ہے کہ قادیانی شریعتِ اسلامیہ اور ملکی دستور کی رُو سے کافر ہیں، مسجد کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ قادیانی مسلمانوں سے الگ اُمت ہیں۔ اور وہ تمام غیر احمدی (تمام مسلمانوں کو) کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے وہ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کیلئے اسلامی شعائر کا استعمال کرتے ہیں۔ تا کہ وہ سادہ لوح مسلمانوں کے دین و ایمان سے کھیلتے رہیں اور انہیں گمراہ کرتے رہیں۔ اُن کی مثال ایسے ہیں کہ جیسے ایک عام فریبی شخص ڈی ایس پی کی وردی پہن کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور اُن کی جیب و داماں پر ہاتھ صاف کر جاتا ہے۔ اگر قادیانی اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نبی، اس کے اہل خانہ کو اہل بیت و اُمہات المؤمنین اور اس کے اولین پیروکاروں کو صحابی کہیں تو کیا یہ توہینِ دین نہیں ہے درحقیقت قادیانی منصبِ نبوت پر حملہ آور ہو کر اسلام کو اس کی جڑوں سے اُکھیڑنا چاہتے ہیں اور ملک کا سیکولر اور لبرل مزاج دانشور طبقہ اس قادیانی سازش کی خوفناکی کا اندازہ کیے بغیر قادیانیوں کی اندھی حمایت پر تُلا ہوا ہے۔ جبکہ دینی طبقات ہمیشہ کی طرح اب بھی قادیانیوں کو بے نقاب کرنے میں مصروف ہیں۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ ''نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے انہیں حفظِ نفس کے جذبہ سے عاری کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان جو اُن کے نزدیک مُلّا زدہ ہے۔ اس تحریک کے مقابلے میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے''۔

جناب ایاز امیر آپ پاکستانی معاشرہ میں عدم رواداری کا رونا روتے ہیں۔ حالانکہ رواداری اور اور بے غیرتی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آیئے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ ہی کے درِ دولت پر دستک دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ رواداری کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ، پنڈت نہرو کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں کہ ''الحاد، کمزوری اور رواداری بسا اوقات خودکشی کے مترادف ہو جاتے ہیں بقول گبن ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے۔ جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں، ایک رواداری مؤرخ کی ہے، جس کے نزدیک یکساں طور پر تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں۔ ایک راوداری مدبّر کی ہے، جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں، ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر و عمل سے بے تعلق ہوتا ہے، ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے، جو محض کمزوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت اپنی محبوب اشیاء و اشخاص کے متعلق سہتا ہے'' شاید کمزور آدمی کی رواداری ہی ہمارے ان دانشوروں کا شعار اور ایمان کی جانکی کا تماشا ان کا معمول بن چکا ہے۔